# سلیم کے نام . . . . . . .

از جناب چوہدری غلام احمد صاحب پرویز

سلیم! میرا مضمون[1] پڑھکر جو خیالات تمہارے دل میں پیدا ہوے وہ بالکل فطری ہیں، اور ہر اس شخص کے دل میں پیدا ہونے چاہئیں جو قرآن کریم کا خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرتا ہے' اور جس کی نگاہ ان حقائق پر ہوتی ہے جو خدائے عزیز وحکیم نے اس کتاب مبین میں بے نقاب کرکے دکھائے ہیں اور جو قوموں کی ہلاکت اور نجاح وفلاح کے لیے غیر متبدل اور اٹل قانون ہیں۔ تم میرا مسلک جانتے ہو۔ میں قرآن حکیم کو صرف مسلمانوں ہی کی نہیں تمام نوع انسانی کی تمام مشکلات کا حل اور تمام مصائب کا علاج سمجھتا ہوں اور میرا یہ اعتقاد محض خوش عقیدگی پر ہی مبنی نہیں۔ بلکہ میں علی وجہ البصیرت اس کا یقین رکھتا ہوں اور ایسا یقین جو طمانیتِ قلب کا باعث ہوا کرتا ہے۔

تم پوچھتے ہو کہ جب مسلمانوں کی ایک کثیر جماعت آج نمازیں بھی پڑھتی ہے تو ان نمازوں کا وہ نتیجہ کیوں مترتب نہیں ہوتا جو عہد صحابہ میں ہوتا تھا چونکہ تم فلسفہ اور درسی اصطلاحات میں الجھنے کے عادی نہیں ہو۔ اور تم جانتے ہو کہ میں بھی اسے عملی مسائلِ حیات کے لیے بیکار سمجھتا ہوں اس لیے تمہیں کھلے کھلے الفاظ میں بتانا چاہتا ہوں کہ آج ہماری نمازیں کیوں بے ثمر ہو رہی ہیں۔ سلیم! ذرا غور کرو کہ جاڑے کا موسم ہے سخت سردی کا دن ہے شام کے قریب جب کہ آفتاب کی شعاعوں میں . . . . تمازت باقی نہیں رہی رحمت کی بیوی اپنے دونوں بچوں کو لے کر اپنی تنگ وتاریک کوٹھڑی میں آبیٹھی ہے۔ رحمت کی بیوی کو تم جانتے ہو۔ تم کھیلنے چلے جایا کرتے تھے۔ عمر کا تقاضا تھا کہ اس کے چہرے پر شگفتگی اور شادابی ہوتی لیکن مسلسل فاقوں نے اسے

[1] "مسلمان کی زندگی" مطبوعہ "طلوع اسلام" بابت اگست ۳۶ء (نام اور مقام فرضی ہیں)

ایسا افسردگی اور پژمردگی سے بدل دیا تھا کہ وہ اجڑا ہوا بہشت معلوم ہوتا تھا جس پر سوائے نورِ عصمت کے جو ہر ایسی پاکدامن بی بی کے چہرے پر ہونا چاہیے، رونق اور زندگی کا اور کوئی اثر باقی نہ تھا۔ ہاں! وہ اپنے بچوں کو لے کر چولہے کے قریب آ بیٹھی۔ خشک ٹہنیاں۔ سوکھے ہوئے پتے دوپہر کو اکٹھے کر لائی تھی انہیں سلگا دیا کہ بچے تاپتے رہیں لیکن سردی سے زیادہ تو بچوں کو بھوک ستا رہی تھی ان کے پیہم تقاضوں سے مجبور ہو کر ہنڈیا میں خالی پانی ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا اور یوں اُن معصوم بچوں کو — نہیں! خود اپنے دل کو فریب دے لیا۔ ہر آہٹ پر کان اور ہر جنبش پر نگاہ تھی۔ بچے اور ان کی ماں رہ رہ کر گلی کی طرف دیکھتے تھے۔ جھٹپٹا ہو گیا کہ گلی کے دوسرے کنارے سے رحمت آتا دکھائی دیا ننگے پاؤں پنڈلیاں گرد وغبار سے اٹی ہوئیں گھٹنوں تک کا تہمد۔ پھٹا ہوا گاڑھے کا کرتا کہ جس کی آستین کہنیوں تک چڑھا رکھی تھی بس اس شدت کے جاڑے میں یہی کل کائنات۔ چہرہ پر زردی چھائی ہوئی۔ ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی گھر کی طرف قدم اٹھاتا لیکن قدم مشکل اٹھتا۔ دروازے کے قریب آیا۔ غریب بیوی نے منہ میں بسم اللہ کہہ کر استقبال کیا۔ بچے اٹھ کر ٹانگوں سے لپٹ گئے۔ بیوی نے ایک حسرت بھری نگاہ میاں کے چہرے پر ڈالی اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا رہے تھے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا کہ مجھے تو آج بھی مزدوری نہیں ملی۔ دن بھر لوگوں کی منتیں کرتا رہا لیکن کچھ کام نہیں مل سکا!!

عین اسی وقت سامنے کی مسجد میں خواجہ صاحب کی طرف سے دو ہزار روپے کا قالین بچھایا جا رہا تھا اور نمازی اسلام کی شوکت وعظمت پر ایک دوسرے کو مبارک اور خواجہ صاحب کو دعائیں دے رہے تھے۔

---

سلیم! تم عنایت اللہ کو تو جانتے ہونا جو تمہارے ساتھ پڑھا کرتا تھا۔ کتنا ذہین اور شریف بچہ تھا لیکن بچپن ہی میں یتیم ہو گیا۔ اس کی ماں دن بھر محنت مزدوری کرتی اور بچہ کی پرورش کرتی لیکن مزدوری جب مردوں کو نہ مل سکے تو عورتوں کے لئے مزدوری کہاں سے آئے۔ میں نے اپنی کھڑکی سے دیکھا کہ

صبح مدرسے جاتے وقت ماں نے بچہ کو چھاتی سے لگایا۔ آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے لیکن دل کڑا کرکے اس کو تسلی دی کہ بیٹا مدرسے ہو آؤ۔ بس تمہارے آنے پر روٹی تیار ملے گی۔ میں دن میں ضرور پکا رکھوں گی جاؤ میرا بیٹا! اللہ حافظ۔ وہ غربت و فلاکت کا مجسمہ چپکے چپکے مدرسے چلا گیا۔ شام کو آیا۔ ماں گھر میں نہ تھی۔ اندر آکر سب سے پہلے روٹی والے دسترخوان کو کھولا تو اس میں کچھ نہ تھا۔ خاموشی سے باہر چلا گیا۔ گلی میں سے گذر رہا تھا کہ سامنے "خان صاحب" کے مردانہ مکان میں سینکڑوں آدمیوں کا اجتماع دیکھا۔ متنوع پھلوں اور مٹھائیوں کے خوان سامنے رکھے تھے کہ آج خان صاحب کے بچے کی پہلی افطاری کی تقریب تھی۔ یہ غریب دیکھتا ہوا چلا گیا کہ چوک میں کچھ بوجھ اٹھا لے جائے تو ایک پیسے کے چنے لے سکے۔

اور سلیم! تم نے مائی بھولی کو دیکھا ہے وہ اندھی بڑھیا جو پاگل ہو رہی ہے لیکن تم نے شائد اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا اٹھارہ سال کا نوجوان بیٹا۔ اس کا باپ مدت ہوئی چاڑی پر سے گر کر مر گیا تھا عمارت بنوانے والے نے دوسرے دن اور مزدور لگا لیا اور کسی کو دوسرے دن خبر تک نہ ہوئی کہ کس کا سہاگ لٹ گیا اور کون یتیم ہو گیا۔ اس بچہ کو بیوہ نے چرخہ کات کر پالا تھا۔ جن دنوں بڑے زور کا انفلوئنزا ہوا ہے وہ بھی بیمار ہو گیا محلے میں ایک حکیم جی تھے وہ بچارے نسخے مفت لکھدیا کرتے تھے۔ وہاں سے غریب بڑھیا نسخہ لکھوا لائی لیکن اتنی پاس نہ تھی کہ دوا خرید سکے۔ سلیم! باور کرو کہ اس نے محلے کے ایک ایک گھر میں جا کر منتیں کیں کہ کہیں سے آٹھ آنے کے پیسے قرض مل جائیں لیکن کسی نے نہ دیئے۔ نسخہ ہاتھ میں تھا اور سامنے جوان بیٹا جان توڑ رہا تھا۔ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ اور یہ اس دن کا واقعہ ہے جس دن "میر اشرف میموریل ہسپتال" کا سنگ بنیاد جناب کمشنر صاحب بہادر نے رکھا تھا۔

سلیم! اپنے گرد و پیش نظر دوڑاؤ اور دیکھو کہ نام اور مقام بدل کر ایسے ہی اور کتنے واقعات ہر روز تمہاری نظر کے سامنے سے گذر جاتے ہیں۔ سو عزیزم! جس سوسائٹی کا نظام یہ ہو اس کے متعلق یہ سوال پیدا ہونا کہ ان کی نمازیں اور روزے، ان کی زکواۃ اور خیرات۔ وہ نتائج کیوں نہیں برآمد کرتیں جو ان کا فطری

نتیجہ ہونا چاہئے تھا کچھ تعجب انگیز نہیں۔ عبادت کا مفہوم خدا اور بندے کے درمیان براہ راست ایک تعلق پیدا کر دینا ہے۔ عابد اور معبود کا بلا واسطہ رشتہ جوڑ دینا ہے لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ جس سوسائٹی کے افراد کا خدا کے ساتھ براہ راست تعلق پیدا ہو چکا ہو وہاں خدا کے غریب بندوں کا یہی حشر ہوگا جو تم دیکھ رہے ہو!! نماز اور روزہ صدقہ اور خیرات جس انداز و نوعیت سے اسلام نے متعین کیے ہیں یہ خدا اور بندے کے درمیان براہ راست تعلق پیدا کرنے کا نہ صرف بہترین بلکہ میرے نزدیک واحد ذریعہ ہیں۔ لیکن اعمال کے نتائج تو مقصد اور نیت کے اعتبار سے ہوتے ہیں۔ جب مقصود بالذات محض ظواہر پرستی رہ جائے تو ان اعمال کے نتائج وہ کیسے ہوں جو ان کی روح کے ساتھ وابستہ ہیں۔ سلیم! میں پھر کہتا ہوں اور تم غور سے اس نکتہ کو سمجھنے کی کوشش کرو کہ اسلام ایک نظام زندگی ہے۔ باقی ادیان جن میں انسانی تصرفات ہو چکے ہیں دین کو محض انفرادی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں جس کا مقصد ایک فرد واحد کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور بس لیکن اسلام تزکیۂ نفس اس لیے ضروری سمجھتا ہے کہ ان مزکّٰی نفوس کے اجتماع سے جو تمثیلی (آئیڈیل) انسانیت مرتب ہوگی وہ دنیا میں ایک ایسی زندگی کا وجود قائم کرے گی جو مسجود ملائک آدم کی تخلیق کا منشا تھی۔ نہ ایسی زندگی جو اس کے جوہر يُفْسِدُ فِي الْاَرْضِ وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (فساد انگیزی اور خون ریزی) کا مظہر ہوگی۔ اسلام ہر عبد مومن کو اس کارگہ حیات کی عظیم الشان مشنری کا اہم اور کار آمد پرزہ قرار دیتا ہے جس کی ہر حرکت اور جنبش کا اثر تمام مشنری پر پڑتا ہے۔ اگر ہر پرزہ اپنی اپنی جگہ محکم اور درست ہے (اَصْلَحَ بَالَکُمْ) تو اس کا فطری نتیجہ ہے کہ مشنری بھی ایک ضبط و ربط کے ماتحت چلے اور نتیجہ گھڑی کے ڈائل کی طرح سامنے آجائے۔ لیکن اگر یہ پرزے الگ الگ پڑے رہیں تو خواہ ان میں سے ہر ایک پرزہ الماس و یاقوت کا بھی کیوں نہ ہو۔ یہ مشنری بیکار ہو جائے گی۔ آج ہماری مشنری بیکار ہو رہی ہے اور یہ اُسی عملی رہبانیت کا نتیجہ ہے جو مسلمانوں کے عقائد و اعمال میں سرایت کر چکی ہے۔ سلیم! غور سے قرآن کریم کا مطالعہ کرو تو تم پر یہ حقیقت بے نقاب ہو جائیگی کہ کسی قوم پر ذلت و مسکنت فلاکت و نکبت کا چھا جانا

اور پھر اس قوم کا اس حالت میں مطمئن ہو جانا خدا کا غضب ہے۔ اللہ کا عذاب ہے۔ اور یہ تو تم سمجھتے ہی ہو کہ ایک مغضوب علیہ قوم محض بے روح نمازوں اور رسمی روزوں کے بل بوتے پر اپنے آپ کو منعم علیہ قرار نہیں دے سکتی۔ جب اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ ایمان اور عمل صالح سے استخلاف فی الارض کی زندگی عطا کرے گا تو ظاہر ہے کہ جس ایمان اور عمل کا نتیجہ شوکت و عظمت تمکن واستخلاف نہیں یا کم از کم وہ اس نتیجہ کی طرف رفتہ رفتہ لیے نہیں جا رہے، وہ ایمان، ایمان، اور وہ عمل، عمل صالح نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوا تم کسی اور نتیجہ کی طرف پہنچ ہی نہیں سکتے کہ اللہ کے وعدے تو بہرکیف سچے ہیں۔ اور اس کا قانون اٹل۔ سلیم! ذرا انسانیت کی معراج کبریٰ یعنی عہد رسالت کی تاریخ پر نگاہ ڈالو۔ کونسا خاص پروگرام تھا جسے کانفرنسوں اور لیگوں نے مرتب کر کے قوم کے سامنے رکھا تھا! یہی نماز روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ ہی تو تھا کہ جس نے چند سال کے عرصہ میں نہ صرف اس قوم کی تمدنی اخلاقی اور معاشرتی حالت میں ہی انقلاب پیدا کر دیا بلکہ ان کی معاشی اور اقتصادی زندگی کی بھی کایا پلٹ دی۔ کھجوریں اور ان کی گٹھلیوں کے ستو کھا کر گذارہ کرنے والے عرب قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے وارث بنا دیے گئے۔ انہی سیدھے سادھے اعمال نے ان کے اندر وہ خشیت الٰہی اور تقویٰ پیدا کر دیا جو ایک مرد مومن کی نگاہ میں تقدیریں بدل دینے والی قوت پیدا کر دیتا ہے۔ وہ مرد مومن کہ جس کی شان میں خود فاطر ارض و سما نے فرما دیا کہ وسخر لکم ما فی السموات وَالْاَرْضِ جَمِیْعًا۔ سلیم کیا ایسا مرد مومن دنیا میں ذلت و خواری نکبت و پستی۔ عاجزی اور مظلومی۔ بے کسی و بے بسی۔ درماندگی اور افسردگی۔ محتاجی اور گداگری کی زندگی کے لیے پیدا ہوتا ہے؟ کیا ہر باطل قوت کے سامنے جھک جانے والے نمازی۔ اور روٹی کی خاطر غیرت و حمیت بیچ دینے والے روزہ دار اسی خشیت اور تقویٰ کی پیداوار ہو سکتے ہیں! حاشا و کلا۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ تَعَالٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔

سلیم! تم پوچھتے ہو کہ بالآخر یہ عذاب کی زندگی ہم پر مسلط کیوں ہو گئی۔ حیران ہوں کہ تمہارے جیسا پڑھا لکھا آدمی اتنی سی بات بھی نہ سمجھ سکے۔ اس سے تو تم متفق ہو گئے کہ اسلام کا مقصد وحید انسانوں کو

دنیا میں تمام انسانی سلاسل و اغلال سے آزاد کر کے ان کو صرف اللہ کی حکومت کے ماتحت رکھنا تھا لیکن سلیم! تم ذرا مسلمانوں کی تاریخ کے ورق پلٹو اور دیکھو کہ جس انسانی استبداد کو مٹانے کے لیے اسلام آیا تھا کن کن شاہراہوں سے وہی استبداد امت پر مسلط کیا گیا۔ اور قیامت ہے کہ اس استبداد کا تسلط بیشتر مذہب کی آڑ میں قائم ہوا۔ اور جو طوق یکسر غیر اسلامی تھا اسے عین اسلامی بنا کر مسلمانوں کے گلے میں ڈال دیا گیا۔ تم سمجھتے ہو کہ خدا کی میزان میں یہ جرم کچھ ایسا ہی کم وزن رکھتا تھا کہ یوں ہی معاف کر دیا جاتا؟ امم گذشتہ کو جن جرائم کی پاداش میں عذاب الٰہی میں گرفتار کیا گیا تھا کیا وہ اسی قسم کے جرائم نہ تھے؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ فطرت کسی کی سوتیلی ماں ہے؟ پہلوں نے بھی کچھ کیا تو ان پر عذاب آیا جب مسلمانوں نے بھی وہی کچھ کیا تو ان پر عذاب کیوں نہ آتا؟ ان پر تو بلکہ اور بھی سختی سے عذاب آنا چاہیے تھا کہ ان کے پاس قانون خداوندی کا ضابطہ اپنی اصلی اور مکمل شکل میں راہ نمائی کے لیے موجود تھا لیکن انہوں نے اس کو پس پشت ڈال کر (نَبَذُوا كِتَابَ اللّٰهِ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ) اپنے خیالات اور خواہشات ہی کو معبود بنا لیا۔ کیا اس کی سزا اس سے کچھ کم ہونی چاہیے تھی! ان کو وراثت کتاب کے لیے منتخب کیا۔ ان کو تمام نوع انسانی کی بہترین امت بنایا لیکن سب ایمان و عمل صالح کے بدلے میں۔ نہ کہ صرف نام رکھانے کے عوض! اس کے باوجود تم کہتے ہو کہ اس قوم پر خدا کا غضب کیوں نازل ہوا؟

سلیم! اخوت، مساوات، حیثیت وحدت انسانی۔ خدا اور بندہ کا براہ راست تعلق، یہ تھا اسلام کا مشن جو ان اعمال و عبادات کی راہ سے ان کی سوسائٹی میں پیدا کرنا تھا۔ تم دیکھتے ہو مسلمان اس الٰہی شعار کو کب سے بھولے ہوئے ہیں۔ چھوڑو ابتدائی عہد کے اس مختصر سے دور سعادت کو! اور پھر اس کے بعد قرآن کریم کی خوردبین پر رکھتے جاؤ امت مسلمہ کے ایک ایک عمل کو۔ حقیقت تمہارے سامنے آ جائے گی

لیکن یاد رہے عزیزم۔ یہ عذاب پھر بھی ادنیٰ عذاب ہے۔ اور اس عذاب اکبر سے ورا جو بعد میں آنے والا ہے گرفت ابھی ہوئی تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں اگر آج بھی مسلمان اس نکتہ کو سمجھ لیں تو پھر یہی ان کی نمازیں اور ان کے روزے وہی نتائج پیدا کرتے ہیں جنہیں دیکھنے کے تم اب پڑھو والاسلام متمنی ہو۔ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ۔ اور اس ایمان و تقویٰ کی حقیقت تم کو قرآن سے ملے گی بشرطیکہ تم اسے انسانی کتب سے بلند و برتر خدائے حی و قیوم کا ایک مکمل ضابطہ سمجھو۔ والسلام

پرویز